تفسیر حسن التاویل والتنزیل کے فواتح سُور میں قاضی فضل اللہ ایڈوکیٹ کے تفسیری منہج کا تخصیصی مطالعہ

A Special Study of Qazi Fazlullah Advocate's Interpretive Method in the Fawateh Surah of Tafsir Husn al-Tawil Wal-Tanzil

Muhammad Yousaf
PhD Scholar, Abdul Wali Khan University (AWKUM), KP
Email: Yousaf0345@gmail.com
Professor Dr Karim Dad
Supervisor, Professor/Chairman, Dept of Islamic Studies,
Abdul Wali Khan University (AWKUM), KP
Email: karim_dad@awkum.edu.pk

Abstract
Similarly, the Surah that begins with these letters also mentions the glory, greatness, attributes and truthfulness of the Quran, which is indicated by the subsequent verses. For this reason, this brief article has attempted to find out what was the reason for the beginning of Surahs with these letters in their beginnings and then a special mention of an attribute of the Holy Quran. In this regard, Qazi Fazlullah Sahib has pointed out various reasons, the research and analysis of which seemed necessary, as well as its explanation. In this regard, a special review of Surahs from Surah Yunus to Surah Isra (Bani Israel) has been written.
Keywords: Tafseer, Methodology, Fawatih-e-Sowar

فواتح سُور کا لغوی واصطلاحی تحقیق:

فواتح جمع ہے "فاتحۃ" کا۔ فاتحہ "فتح" کے مادے سے ہے جس کا لغوی معنٰی ہے: "کھولنا، اوّل، ابتدا[1]"۔ فتح اغلاق کی نقیض ہے جس کا معنٰی ہے: "بند کرنا۔" جب فَتحُ بمعنٰی دشمن کے علاقے کو قضہ کرنے کے معنٰی پر آجاتا ہے تو پھر اس کی جمع "فُتُوح"، مستعمل ہوتی ہے[2]۔

سُور جمع ہے سُورۃ کا جس کا لغوی معنٰی ہے: "اُونچی جگہ۔ اعلیٰ مکان"۔ اصطلاح میں قرآن کا ایک حصّہ جس کی اوّل اور آخر معلوم ہو، سورۃ کہلاتی ہے۔"[3]

”وعني بها(الفوتح) أسماء حروف التهجي التي تبتدئ بها السور نحو كاف قاف نون لام ميم سين[4]۔“

یہ حروف مابعد امر کو غور سے سننے اور سمجھنے کے لیے کانوں اور ذہنوں کو متوجہ کرنے کے لیے تنبیہ ہوتی ہے۔

”أنّها جاءت للتنبيه واستدعاء السماع والأذهان لما يأتي بعدها[5] ۔“

اس طرح جو سورۃ بھی ان حروف سے شروع ہوتی ہے تو اس میں قرآن کی جلال و عظمت، صفات اور حقانیت کے بیان کا تذکرہ ہوتی ہے جس پر اس کے بعد والے احکام دلالت کرتی ہیں[6]۔ اسی وجہ سے اس مختصر مقالے میں یہ کوشش کی گئی ہے کہ قاضی فضل اللہ صاحب جب اپنی تفسیر ”حسن التاویل فی التفسیر والتنزیل“ میں ایسی سورتوں کی ابتدا کرتا ہے جن کے اوئل میں یہ حروف مقطعات ہو اور اس کے بعد قرآن کریم کی کسی صفت کا خاص ذکر ہو تو اس میں ایسی کونسی سی وجہ تھی جس کی وجہ سے ربّ کریم نے سورۃ کی ابتدا قرآن کی مذکورہ صفت سے کی ہے۔ اسی سلسلے میں قاضی فضل اللہ صاحب نے مختلف وجوہات کی طرف اشارہ کیا ہے جن کی تحقیق اور تحریج بھی ضروری معلوم ہوا اور اس کی وضاحت بھی۔ اسی سلسلے میں سورۃ یونس سے سورۃ اسراء (بنی اسرائیل) تک کے سورتوں کا تخصیصی جائزہ زیر قلم لایا جاتا ہے۔

سورۃ یونس کی ابتدا:

الر تِلْكَ آيَاتُ الْكِتَابِ الْحَكِيمِ:

سورۃ یونس کی ابتدا کرتے ہوئے قاضی فضل اللہ صاحب نے درج ذیل قواعد وضوابط کی طرف اشارہ کیا ہے:

ایک ضابطہ یہ ہے جب سورت کی ابتداء میں لفظ کتاب آجائے تو اشارہ اس بات کی طرف ہوتا ہے کہ اس سورت میں جو اہم موضوعات ہیں یہ سابقہ کتابوں میں بھی ذکر ہیں۔

جب لفظ قرآن آجائے تو سورت کے اہم موضوعات قرآن کا خاصہ ہے۔

.جب دونوں (کتاب اور قرآن) کا ذکر آئے تو ظاہر بات ہے کہ دونوں قسم کے موضوعات اس میں ہیں۔

.جب قرآن یا کتاب کی توصیف حکیم سے ہو جائے تو اشارہ ہوتا ہے اس بات کو کہ زیادہ تر دلائل اس سورت میں اہم موضوعات پر دلائل عقلی ہیں۔

.اگر مبین کہا جائے تو پھر زیادہ دلائل نقلی ہیں۔

.اگر دونوں (حکیم اور مبین) ذکر کئے جائیں تو پھر اس میں دونوں قسم کے دلائل ہوتے ہیں۔

توضیحات:

قاضی فضل اللہ صاحب حفظہ اللہ تعالیٰ نے بہت اہم اور گہری بات لکھی ہے۔ یہ ضابطہ دراصل علومِ قرآن اور تفسیری نکات میں سے ہے، جنہیں مفسرین اور محققین نے سورتوں کے آغاز (فواتحِ سُور) سے اخذ کئے ہیں۔اس کو ذرا تفصیل سے یوں سمجھا جاسکتا ہے:

ا:لفظ "کتاب" کی نسبت

جب سورت کی ابتداء میں "الکتاب" یا "کتاب" کا ذکر آتا ہے تو اس میں اشارہ ہوتا ہے کہ اس سورت کے بنیادی موضوعات ایسے ہیں جن کا ذکر پہلے کی آسمانی کتابوں (تورات، انجیل وغیرہ) میں بھی ہو چکا ہے۔ مثال کے طور پر سورۃ البقرۃ "ذٰلِكَ الْكِتَابُ" سے شروع ہوئی، اور اس میں سابقہ امتوں، بنی اسرائیل اور پچھلی کتابوں کی تعلیمات و احوال بڑی تفصیل سے بیان ہوئے۔ اسی طرح درج ذیل سورتوں کی ابتدا میں بھی "الکتاب" یا "کتاب" آیا ہے:

سورۃ البقرۃ:۲، سورۃ آلِ عمران:۳، سورۃ الاعراف:۷، سورۃ یونس:۱۰، سورۃ ہود:۱۱، سورۃ یوسف: ۱۲، سورۃ الرعد:۱۳، سورۃ ابراہیم:۱۴، سورۃ الکہف:۱۸، سورۃ الشعراء:۲۶، سورۃ القصص:۲۸، سورۃ لقمان:۳۱، سورۃ الٓمٓ السجدۃ:۳۲، سورۃ یٰسٓ:۳۶، سورۃ الزمر:۳۹، سورۃ غافر:۴۰، سورۃ فصّلت:۴۱، سورۃ الزخرف:۴۳، سورۃ الدخان:۴۴، سورۃ الجاثیۃ:۴۵، سورۃ الاحقاف:۴۶، سورۃ الطور:۵۲۔

اِن سُورتوں کی ابتدا میں قرآن، کریم کی صفت ”کتاب اور الکتاب“ سے آیا ہے۔ جن کے مطالعے سے یہ حقیقت عیاں ہوتی ہے کہ ان سورتوں کے بنیادی موضوعات ایسے ہیں جن کا ذکر پہلے کی آسمانی کتابوں (تورات، انجیل وغیرہ) میں بھی ہو چکا ہے۔

2:لفظ "قرآن" کی نسبت

جب سورت "قرآن" کے ذکر سے شروع ہو تو مطلب یہ ہے کہ اس سورت کے بنیادی مضامین اور اسلوب خالصتاً قرآن کے خاصہ ہیں، یعنی یہ انداز اور یہ تعلیم پچھلی کتابوں میں اس طرح نہیں ملتا۔ مثلاً سورۃ قٓ "ق وَالْقُرْآنِ الْمَجِيدِ" سے شروع ہوئی، اس میں قرآن کی انفرادیت، اس کے معجز ہونے اور انکار کرنے والوں کے انجام پر زور ہے۔ اسی طرح سورۃ یوسف:۱۲، سورۃ صٓ:۳۸، سورۃ فصّلت:۴۱، سورۃ الزخرف:۴۳، سورۃ قٓ:۵۰، سورۃ الرحمٰن:۵۵، سورۃ الجن:۲۷ کی ابتدا میں بھی لفظ ”قرآن“ آیا ہے۔

اِن سورتوں کی ابتدا میں لفظ ''قرآن'' آیا ہے جن کے مطالعے سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ ان سورتوں کے بنیادی مضامین اور اسلوب خالصتاً قرآن کا خاصہ ہیں، یعنی یہ انداز اور یہ تعلیم پچھلی کتابوں میں اس طرح نہیں ملتا۔

3: کتاب" اور "قرآن" دونوں کا ذکر:

اگر کسی سورت میں دونوں کا ذکر آجائے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ اس سورت میں وہ مضامین بھی ہیں جو سابقہ کتابوں میں مذکور تھے، اور وہ بھی جو صرف قرآن کے ساتھ خاص ہیں۔ مثلاً سورۃ الحجر "الر ۚ تِلْكَ آيَاتُ الْكِتَابِ وَقُرْآنٍ مُّبِينٍ" اور سورۃ النمل: ۲۷، سورۃ فصّلت: ۴۱۔

اِن سورتوں کی ابتدا میں ''کتاب'' اور ''قرآن'' دونوں صفات کا ذکر ہے جن کے مطالعے سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ ان سورتوں میں وہ مضامین بھی ہیں جو سابقہ کتابوں میں مذکور تھے، اور وہ بھی جو صرف قرآن کے ساتھ خاص ہیں۔

ان توضیحات کی طرف امام رازیؒ نے اپنی تفسیرِ کبیر (مفاتیح الغیب) میں اسی طرح اشارہ کرکے فرمایا ہے:

''يُحْتَمَلُ أَنْ يَكُونَ إِشَارَةً إِلَى مَا فِي هَذِهِ السُّورَةِ مِنَ الْآيَاتِ، وَيُحْتَمَلُ أَنْ يَكُونَ إشارة إلى ما تقدم هذه السورة من آيَاتِ الْقُرْآنِ، وَأَيْضًا فَالْكِتَابُ الْحَكِيمُ يُحْتَمَلُ أَنْ يَكُونَ الْمُرَادُ مِنْهُ هُوَالْقُرْآنُ، وَيُحْتَمَلُ أَنْ يَكُونَ الْمُرَادُ مِنْهُ غَيْرَ الْقُرْآنِ-----الْمُرَادُ مِنْ الْكِتابِ الْحَكِيمِ التَّوْرَاةَ وَالْإِنْجِيلَ، وَالتَّقْدِيرُ: أَنَّ الْآيَاتِ الْمَذْكُورَةَ فِي هَذِهِ السُّورَةِ هِيَ الْآيَاتُ الْمَذْكُورَةُ فِي التَّوْرَاةِ وَالْإِنْجِيلِ، وَالْمَعْنَى: أَنَّ الْقَصَصَ الْمَذْكُورَةَ فِي هَذِهِ السُّورَةِ مُوَافَقَةٌ لِلْقَصَصِ الْمَذْكُورَةِ فِي التَّوْرَاةِ وَالْإِنْجِيلِ۔[7]''

4: توصیفات: حکیم اور مبین:

اگر "کتاب" یا "قرآن" کو "حکیم" کہا جائے (جیسا کہ سورۃ یونس: ۱۰، سورۃ لقمان: ۳۱، سورۃ یٰسٓ: ۳۶) تو اشارہ اس بات کی طرف ہوتا ہے کہ اس سورت میں زیادہ تر دلائل عقلی بیان ہوں گے (یعنی غور و فکر، تدبر، عقل کی رہنمائی سے حق تک پہنچنے کی ترغیب)۔ اگر "مبین" کہا جائے (جیسا کہ سورۃ یوسف: ۱۲، سورۃ الحجر: ۱۵، سورۃ الشعراء: ۲۶، سورۃ النمل: ۲۷، سورۃ القصص: ۲۸، سورۃ الزخرف: ۴۳ اور سورۃ الدخان: ۴۴ کے ابتدائی آیات میں مذکور ہیں۔) تو پھر زیادہ زور دلائل نقلی پر ہوگا (یعنی گزشتہ انبیاء کی خبریں، اقوام کے واقعات، تاریخی شہادتیں)۔

اِن سورتوں کی ابتدا میں ''کتاب'' اور ''قرآن'' کو ''حکیم'' کی صفت سے ذکر کیا ہے۔ جن کے مطالعے سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ ان سورتوں میں زیادہ تر دلائلِ عقلیہ اور نقلیہ بیان ہوئے ہیں۔

جیسا کہ ان الفاظ سے امام رازیؒ نے اشارہ فرمایا ہے:

"أَنَّ الْمُرَادَ بِالْكِتَابِ هُوَ الْقُرْآنُ وَالْمُبِينُ وَإِنْ كَانَ فِي الْحَقِيقَةِ هُوَ الْمُتَكَلِّمَ فَقَدْ يُضَافُ إِلَى الْكَلَامِ مِنْ حَيْثُ يَتَبَيَّنُ بِهِ عِنْدَ النَّظَرِ فِيهِ۔[8]"

جب کہ امام قرطبیؒ نے ان الفاظ سے اشارہ فرمایا ہے:

""تِلْكَ آيَاتُ الْكِتَابِ الْمُبِينِ" الَّتِي كُنْتُمْ وُعِدْتُمْ بِهَا،لِأَنَّهُمْ قَدْوُعِدُوا فِي التَّوْرَاةِ وَالْإِنْجِيلِ بِإِنْزَالِ الْقُرْآنِ۔[9]"

اور اگر دونوں ذکر ہوں (مثلاً "کتاب حکیم" اور "قرآن مبین") تو پھر اسی سورت میں دونوں قسم کے دلائل کی بھرپور موجودگی ہوگی۔ جیسا کہ سورۃ الزخرف: ۴۳ کی آیت: ۲ میں مبین اور آیت: ۴ میں حکیم کے اوصاف مذکور ہیں:

"حم (1) وَالْكِتابِ الْمُبِينِ (2) إِنَّا جَعَلْناهُ قُرْآناً عَرَبِيًّا لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُونَ (3) وَإِنَّهُ فِي أُمِّ الْكِتابِ لَدَيْنا لَعَلِيٌّ حَكِيمٌ (4)[10]۔"

اِس سورت کی ابتدا میں "کتاب" اور "قرآن" کو "حکیم" اور "مبین" دونوں صفات سے ذکر کیا ہے۔ جن کے مطالعے سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ اس سورت میں دلائلِ عقلیہ اور نقلیہ کی بھرپور بیان ہوئی ہیں۔

سورۃ ھود کی ابتدا:

کِتٰبٌ اُحْكِمَتْ:

سورۃ ہود کی ابتداء میں "کتاب" کا ذکر آتا ہے تو اس میں اشارہ ہے کہ اس سورت کے بنیادی موضوعات ایسے ہیں جن کا ذکر پہلے آسمانی کتابوں (تورات، انجیل وغیرہ) میں بھی ہو چکا ہے۔ اور اس میں سابقہ امتوں اور پچھلی کتابوں کی تعلیمات واحوال بڑی تفصیل سے بیان ہوئے۔

اس آیت میں یہ ذکر ہے کہ اس کتاب کی آیات محکم یعنی مضبوط ہیں یا حکمت سے بھرے ہیں اور پھر تفصیل ہوئی ہے اللہ تعالیٰ کی طرف سے یعنی اس کی تفصیل بھی اللہ تعالیٰ کی طرف سے آئی ہے۔ اب یہ تفصیل کہاں ہے؟ تو یہ رسول پاک ﷺ کی حدیث اور سنت میں ہے کیونکہ دوسرا قرآن تو ہے ہی نہیں کہ اس کی تفصیل بیان کرسکے۔ دوسری جگہ فرماتا ہے:

"وَأَنزَلْنَا إِلَيْكَ ٱلذِّكْرَ لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ إِلَيْهِمْ وَلَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُونَ "[11]

"اور نازل کیا ہے ہم نے تمہیں ذکر کہ تم لوگوں پر واضح کر دو وہ جو نازل ہوتی ہے ان کو اور یہ کہ یہ تفکر کریں۔"

تو اب نزول قرآن پاک کی ہوئی ہے تو یہ ذکر یقیناً کوئی دوسری چیز ہے کہ اس قرآن پاک کی توضیح کرے اور وہ سنت رسول پاک ﷺ ہے اور اس طرح فرمایا:

"فَإِذَا قَرَأْنَاهُ فَاتَّبِعْ قُرْآنَهُ ثُمَّ إِنَّ عَلَيْنَا بَيَانَهُ[12]"

"جب ہم قرات کرتے ہیں اس قرآن کریم کی تو تم اتباع کرو اس کی قرات کی اور پھر ہم پر اس کا بیان ہے تو یہ جملہ کہ ہم پر بیان ہے اس کا۔"

یہی بیان اللہ تعالیٰ نے کیا ہے سنت رسول ﷺ کی صورت میں تو پھر حدیث بھی ایسی وحی ہے جیسے قرآن کریم البتہ قرآن مجید کل قطعی ہے اور حدیث بعض قطعی ہوتا ہے یا متواتر اور اکثر ظنی ہوتا ہے لیکن وحی ہونے سے کسی نے بھی انکار نہیں کیا ہے سوائے گمراہ لوگوں کے اور یہ اس لیے کہ وہ کبھی تو مکتوب اور لکھا گیا آیا ہے جیسا کہ تورات موسیٰ علیہ السلام کا اور کبھی زبانی بواسطہ حضرت جبرائیل علیہ السلام کے آیا ہے جیسا کہ قرآن مجید۔ اور احادیث بھی ایک اندازے پر دوسری قسم وحی ہے البتہ یہ کہ قرآن مجید کے الفاظ نازل ہوئے ہیں لیکن سنت اور حدیث کا مفہوم نازل ہے اور یہ اس لیے کہ قرآن پاک تو کلام ہے اور حدیث کچھ تو رسول پاک ﷺ کا کلام ہے اور کچھ تو رسول پاک ﷺ کے اعمال ہیں تو اعمال کا تو یقیناً معنًی مفہوم نازل ہو تا تو ساتھ ساتھ قولی احادیث کا بھی مفہوم نازل ہوا۔

اور جس طرح قرآن مجید سے منکر ہونے کا حکم کفر ہے تو اسی طرح حدیث اور سنت کے وحی ہونے سے انکار بھی کفر ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

"إِنَّ ٱلَّذِينَ يَكْفُرُونَ بِٱللَّهِ وَرُسُلِهِ وَيُرِيدُونَ أَن يُفَرِّقُواْ بَيْنَ ٱللَّهِ وَرُسُلِهِ وَيَقُولُونَ نُؤْمِنُ بِبَعْضٍ وَنَكْفُرُ بِبَعْضٍ وَيُرِيدُونَ أَن يَتَّخِذُواْ بَيْنَ ذَٰلِكَ سَبِيلاً أُوْلَٰئِكَ هُمُ ٱلْكَافِرُونَ حَقّاً وَأَعْتَدْنَا لِلْكَافِرِينَ عَذَاباً مُّهِيناً۔"[13]

"یقیناً وہ لوگ جو انکار کرتے ہیں اللہ اور اس کے رسولوں سے اور چاہتے ہیں کہ فرق لائے اللہ اور اس کے رسولوں کے درمیان اور چاہتے ہیں کہ بنائے ان کے درمیان ایک اور راستہ تو وہ لوگ کافر ہیں یقیناً اور تیار کیا ہے ہم نے کافروں کے لیے عذاب رسوا کر دینے والا۔"

حدیث بھی تو وحی ہیں اس سے انکار کفر ہے اور پھر یہ بات کہ اس کی تدوین رسول پاک ﷺ سے سو(100) سال بعد عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ کے حکم پر ہوا تھا تو کیا معلوم؟ تو جواب یہ ہے کہ ہاں اداری تدوین اس وقت ہو گیا تھا حالانکہ حفظ کے ساتھ ساتھ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین عہد رسول پاک ﷺ میں لکھائی بھی کرتے تھے کیونکہ معاہدات اور مکاتیب جو رسول پاک ﷺ بھیجتے تھے تو وہ کیا تھے احادیث تو تھے۔

* ابتدا میں بعض اوقات آپ ﷺ نے لکھنے سے منع فرمایا، تاکہ قرآن مجید اور حدیث آپس میں خلط ملط نہ ہو جائیں۔

دلیل: "لا تكتبوا عني، ومن كتب عني غير القرآن فليمحه[14] "

* لیکن کچھ صحابہ کو اجازت بھی دی گئی کہ وہ احادیث لکھیں، مثلاً:

* حضرت عبد اللہ بن عمرو بن العاصؓ کو "صحیفۃ الصادقہ" لکھنے کی اجازت ملی۔

* حضرت انسؓ، حضرت علیؓ اور دیگر صحابہ سے بھی مکتوبات منقول ہیں۔

* سب سے پہلا باقاعدہ سرکاری حکم * * خلیفہ عمر بن عبد العزیزؒ (وفات 101ھ) نے دیا۔ انہوں نے مدینہ کے گورنر کو لکھا: "انظرما كان من حديث رسول الله فاكتبه، فإني خفت دروس العلم وذهاب العلماء[15]"

* یعنی "حدیث رسول ﷺ کو جمع کرو، مجھے اندیشہ ہے کہ علم مٹ نہ جائے اور علماء ختم نہ ہو جائیں۔"

* اس کے بعد امام ابن شہاب زہریؒ (وفات 124ھ) کو حکم دیا گیا کہ احادیث کو لکھیں۔ یہی باقاعدہ تدوین حدیث کا آغاز ہے۔[16]

رہی بات یہ کہ رسول پاک ﷺ سے منع بھی ثابت ہے تو وہ تو یا ان لوگوں کے لیے تھا جو کاتبین قرآن تھے کہ بس آپ لوگ صرف قرآن پاک لکھے تاکہ خلط نہ آئے یا یہ کہ قرآن پاک کے ساتھ مت لکھو ورنہ منع حدیث جو ثابت ہے وہ روایت ہے حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے اور وہ خود حدیث لکھتے تھے تو راوی کا اگر اپنا عمل روایت کے خلاف ہو تو یا تو روایت منسوخ ہوتا ہے یا ثابت نہیں ہوتا اور یا کچھ خاص حالات پر حمل ہوتا ہے۔

سورۃ یوسف کی ابتدا:

آيَاتُ الْكِتَابِ الْمُبِينِ:

سورت کی ابتداء میں کتاب کا ذکر کیا کہ یہ قصہ سابقہ کتابوں میں بھی ذکر تھا اور کتاب کی صفت مبین ذکر کی کہ یہ نقلی دلیل ہے۔

قُرْآنًا عَرَبِيًّا:

قرآن یا تو فعلان ہے قَرَءَ سے کہ بہت زیادہ پڑھا جاتا ہے یا قرن سے اتصال کو کہتے ہیں تو اس کے مضامین ایک دوسرے سے اتصال رکھتے ہیں یا یہ قرآن پاک بندہ کو اللہ تعالیٰ سے ملاتا ہے۔

سورۃ الرعد:

اس سورت کی ابتداء میں "الکتاب" کا ذکر آتا ہے تو ضابطے کے مطابق اس میں اشارہ ہے کہ اس سورت کے بنیادی موضوعات ایسے ہیں جن کا ذکر پہلے کی آسمانی کتابوں (تورات، انجیل وغیرہ) میں بھی ہو چکا ہے جن کے مضامین برحق اور کسی قسم کے شک سے پاک ہیں:

{تِلْكَ آيَاتُ الْكِتَابِ وَالَّذِي أُنْزِلَ إِلَيْكَ مِنْ رَبِّكَ الْحَقُّ}"إشارة إلى آيات القرآن الكريم وتأكيد لمعنى أحقيته ونزوله من عند الله تبارك وتعالى، وأنه لا شك فيه ولا مرية[17] ۔"

اس سورت کے مطالعے سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ اس سورت کے بنیادی موضوعات ایسے ہیں جن کا ذکر پہلے کی آسمانی کتابوں (تورات، انجیل وغیرہ) میں بھی ہو چکا ہے۔

سورۃ الحجر کی ابتدا:

آيَاتُ الْكِتَابِ وَقُرْآنٍ مُّبِينٍ:

اس سورت کی ابتداء میں کتاب کا ذکر کیا گیا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کی مضامین سابقہ کتابوں میں بھی ذکر تھے اور کتاب کی صفت مبین سے دلائلِ نقلیہ کی طرف اشارہ ہے۔

تو اس سورت کے مطالعے سے یہ حقیقت واضح ہو جاتی ہے کہ اس کے بعض واقعات ہیں جو سابقہ کتابوں میں تھے اور بعض ایسے ہے جو صرف اس کتاب میں ذکر ہے۔ کیونکہ کتاب اور قرآن دونوں کو ذکر کیا ہے اور مبین کی صفت دلائل عقلیہ کی وجود پر دلالت کرتی ہیں۔

خلاصۃ البحث:

تفسیر "تفسیر حسن التاویل فی التفسیر والتنزیل" کے تخصیصی مطالعے سے یہ بات ثابت ہوئی کہ قاضی فضل اللہ ایڈوکیٹ کی یہ تفسیر پشتو زبان میں اپنے انداز کی ایک منفرد تفسیر ہے۔ جو کئی تفاسیر کا مجموعہ ہے اور انتہائی سہل انداز میں تفسیر کے تمام اُصولوں کو مدِ نظر رکھتے ہوئے یہ تفسیر مرتّب کیا گیا ہے۔ تفسیر بالماثور اور تفسیر بالرائے کا حسین امتزاج ہے۔ خصوصاً فواتحِ سور ومابعد فواتح کے تفصیلات کو بہت اچھے اور مجموعی انداز سے ذکر کر کے تمام سورت کے نمایاں خوبیوں کو ضابطے کی صورت میں پیش کر کے سورت کا خلاصہ مختصر الفاظ سے قارئین کے سامنے رکھ دیا ہے۔ جس سے بہت سے اہم قاعدے وضابطے مستنبط ہوتے ہیں۔ ابتدائے سورت میں حروف مقطعات کے بعد قرآن اور قرآن کے مختلف صفات (حکیم، مبین، کتاب وغیرہ) کے ذکر کرنے کے مختلف وجوہات بیان کر کے قرآن کے بلاغت کو واضح کر کے قارئین کو تمام سورت کے مطالعے پر مجبور کرتا ہے۔

حواشی

[1] ابوشامہ، شہاب الدین عبد الرحمن بن إسماعیل بن إبراهيم المقدسي الدمشقي، إبراز المعاني من حرز الأماني (دار الكتب العلمية)، ص:۱۲۲

[2] ابن سیدہ، أبوالحسن علي بن إسماعيل بن سيده المرسي، المحكم والمحيط الأعظم (دار الكتب العلمية-بیروت، ۱۴۲۱ھ-۲۰۰۰ء) ج:۳، ص:۲۷۷

[3] بغوی، محيي السنة ، أبو محمد الحسين بن مسعود بن محمد، معالم التنزيل في تفسير القرآن (دار إحياء التراث العربي – بیروت، ۱۴۲۰ھ) ج:۱، ص:۹۳

[4] ابوشامہ، شہاب الدین عبد الرحمن بن إسماعیل بن إبراهيم المقدسي الدمشقي، إبراز المعاني من حرز الأماني (دار الكتب العلمية)، ص:۱۲۲

[5] ڈاکٹر فضل حسن عباس، التفسير والمفسرون أساسياته واتجاهاته ومناهجه في العصر الحديث (دار النفائس للنشر والتوزيع، الأردن، 1437ھ--2016م) ج:۳، ص:۱۹۴

[6] التفسير والمفسرون أساسياته واتجاهاته ومناهجه في العصر الحديث:۲، ص:۶۹۳

[7] فخر الدین رازی، محمد بن عمر حسن بن حسین، ابوعبداللہ، تفسیر مفاتیح الغیب المعروف بتفسیر کبیر (داراحیاء التراث العربی، بیروت، ۱۴۲۰ھ) ج:۱۷، ص:۱۸۳-۱۸۴

[8] تفسیر کبیر- مفاتیح الغیب، ج:۲۴، ص:۴۹۰، بذیل تفسیر سورۃ الشعراء ۲۶:۱-۲

[9] قرطبی، محمد بن احمد بن ابی بکر، ابوعبداللہ، الجامع لاحکام القرآن المعروف بتفسیر قرطبی (دارالکتب مصریہ، قاہرہ، ۱۳۸۴ھ-۱۹۶۴ء)، ج:۱۳، ص:۸۹، بذیل تفسیر سورۃ الشعراء ۲۶:۲

[10] سورۃ الزخرف:۴۳:۱-۴

[11] سورۃ النحل 44:16

[12] سورۃ القیامۃ 18:75، 19

[13] سورۃ النساء 150:04

[14] امام مسلم، مسلم بن الحجاج أبو الحسن القشیری النیسابوری، صحیح مسلم (دار إحياء التراث العربي - بیروت)، ج:4، ص:2298، بَابُ التَّثَبُّتِ فِي الْحَدِيثِ وَحُكْمِ كِتَابَةِ الْعِلْمِ، رقم الحديث:۳۰۰۴

[15] امام بخاری، محمد بن إسماعيل أبو عبدالله البخاری، صحیح بخاری، (دار طوق النجاة، ۱۴۲۲ھ)، بَابٌ: كَيْفَ يُقْبَضُ العِلْمُ، تعليقًا، ج:۱، ص:۳۱

[16] عبد الرحمن بن أبي بكر، جلال الدين السيوطي (المتوفى:911ھ) تدريب الراوي في شرح تقريب النواوي، ج1، ص94، طبع دارطیبۃ

[17] التفسير والمفسرون أساسياته واتجاهاته ومناهجه في العصر الحديث:۲، ص:۶۹۴